اکابر کے سائے تلے

خوبی یا خامی:

یوں تو یہ کتاب ''دجال'' کے متعلق ہے مگر ''دجالیات'' کا عنوان اس کے بالکل آخر میں ہے۔ کتاب کی ابتدا میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا اور اس کے بعد سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ ''مہدویات'' اور ''مسیحیات'' سے گزرنے کے بعد ہی ''دجالیات'' کا ذکر آپ کو دیکھنے کو ملے گا۔

یہ اس وجہ سے کہ دجال کے تذکرے سے پہلے اس کے خاتمے کے لیے مبعوث کی جانے والی روحانی شخصیات کا تذکرہ ہو جانا چاہیے۔ شر کی طاقتوں کا تذکرہ ہو اور اس کے خاتمے کے لیے خیر کی قوتوں کا ذکر خیر نہ ہو تو یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے۔ لہٰذا قاری کو اصل عنوان (دجالیات) تک پہنچنے کے لیے دو تمہیدی عنوانات ''مہدویات اور مسیحیات'' کے مطالعے سے فراغت تک انتظار کرنا ہوگا اور ''مسیح الہدیٰ'' کے مطالعے کے بعد ہی وہ ''مسیح الضلالۃ'' کو پڑھ سکے گا۔ بعض کتابوں کے سرورق یا فہرست میں کچھ عنوانات پرکشش انداز میں ہوتے ہیں لیکن متن میں ان کا تذکرہ نہیں ہوتا یا ایسی گرم بازاری نہیں ہوتی جتنی ان کی خبر گرم تھی۔ اس کے برعکس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ متن میں ''اضافیات'' کا وسیع و عریض کھاتہ کافی کھلے ہاتھوں سے کھول لیا جاتا ہے لیکن سرورق میں ان کا ذکر ندارد۔ زیر نظر کتاب اسی دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خوبی ہے یا خامی؟ لیکن یہ عرض ضرور ہے کہ اندازِ تالیف کی خامیوں پر کبھی مقصد تالیف کی اہمیت پردہ ڈال دیا کرتی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ انداز سے قطع نظر کر لیں۔ مقصد کو پیش نظر رکھیں۔ ان شاء اللہ! کتاب کی مقصدیت آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔

تقدیم و تاخیر:

یہ تو ایک بات ہوئی۔ دوسری یہ کہ اگرچہ زمانی تسلسل کے لحاظ سے واقعات کی ترتیب کچھ اس طرح بنتی ہے کہ پہلے حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، پھر دجال کا خروج ہوگا اور پھر اس فتنۂ عظیم کے خاتمے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے...... لیکن کتابی ترتیب میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر پہلے اور دجال کا بعد میں ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ رحمانی قوتوں کے نمایندوں کا ذکر اکٹھے ہو جائے اور پھر شیطانی طاقتوں کا تذکرہ اس کے بعد آ جائے۔ پھر جو چاہے جس صف میں شامل ہو یا جس فہرست میں نام لکھوانا پسند کرے۔ یہ نصیبے کی بات ہے۔

ابہام اور الجھنیں:

آخری اور تیسری بات یہ ہے کہ علاماتِ قیامت کے ابہام میں جو ابہام در ابہام پوشیدہ ہے، وہ بجائے خود ایک قیامت ہے۔ ان علامات کی عصری تطبیق میں جو پیچیدگیاں پیش آتی ہیں اور قوی ترین قرائن پر قائم اندازے جس طرح عین وقت پر وقوعی حقائق سے دور...... بہت دور...... پیچیدہ الجھنوں میں گھرے دکھائی دیتے ہیں، ان کی بنا پر یہ موضوع جتنا دلچسپ ہے، زمانے کے حالات پر اس کی تطبیق اتنا ہی کٹھن اور حوصلہ شکن کام ہے۔ احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اور اکابر کی تشریحات کے سائے تلے پناہ لیتے ہوئے جو کچھ اس عاجز سے ہوسکا، پیش خدمت ہے۔ حتی الامکان اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ احادیث کی عصری تطبیق کے شوق میں کہیں

جاری ہے-------

اکابر کے سائے تلے

فرامین نبوی کو کھینچ تان کر کوئی مخصوص مفہوم نہ پہنایا جائے نہ مخصوص حالات کے مطابق بزور ڈھالا جائے۔صرف وہی بات کہی جائے جواب صاف صاف سمجھ میں آتی ہےاوراس پر بھی اصرار نہ کیا جائے۔

......جانے یا اللہ!

یہاں یہ سوال ضرور اُٹھے گا کہ اس موضوع پر جو''ماحضر''جمع کیا گیا ہے،یہ اس سے قبل پیش خدمت کرنے میں کیا مانع تھا؟اگر ہم آخری زمانہ سے قریب ہیں اورآخری زمانوں کے فتنوں کی اتنی ہی اہمیت ہے تو پھر آج تک اس موضوع سے صرف نظر کی کیا حکمت تھی؟یہ مصلحت تھی یا مداہنت؟دریدہ دانستہ چشم پوشی تھی یا ناواقفیت؟یہ سوال بذات خود معقول اور برمحل ہےاوراس کا جواب کتاب کے پہلے مضمون میں مفصل ومدلل ہے۔ہم عاجز انسانوں سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ الحمدللہ ہم کر گذرے۔آگے رب کی باتیں وہی جانے۔منگتوں کے پاس اللہ سے منت وزاری اور بندوں سے خیر خواہی کے علاوہ دھرا ہی کیا ہے؟؟؟

اتفاق میں اختلاف:

یہاں یہ بات واضح ہوجانی چاہیے کہ اس وقت دنیا میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب(اسلام،یہودیت،عیسائیت)کے ماننے والے،جو دنیا کی غالب اکثریت بھی ہیں،ایک ہستی کا انتظار کررہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوگی۔ہر آسمانی ملت میں اس''مسیح موعود''کا وعدہ کیا گیا ہے......لیکن اس اجمالی اتفاق کے بعد تینوں ملتوں میں اس کی تفصیل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہلِ اسلام حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے نزول کے منتظر ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ وہ نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے۔صلیب توڑ ڈالیں گے۔خنزیر کو قتل کریں گے(یعنی دنیا میں صلیب کی عبادت موقوف اوراس پلید جانور کا گوشت کھانا بند کردیا جائے گا)ٹیکس ختم کردیں گے۔اور دنیا بھر میں عادلانہ اسلامی شریعت قائم کریں گے۔

عیسائی حضرات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منتظر ہیں۔فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے تین دن بعد آسمان پر لے جائے گئے اور پھر آخر زمانہ میں نازل ہوکر غیرعیسائیوں کا خاتمہ کردیں گے۔اس دوران عیسائی حضرات آسمان کے بالاخانوں میں بیٹھ کر غیرعیسائی انسانیت کے خاتمے کا مشاہدہ کریں گے۔جبکہ مسلمانوں کے نزدیک سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک صحیح سالم آسمان پر لے گئے۔یہودی ان کا بال بیکا نہیں کرسکے۔پھر آپ نازل ہوکر یہودیوں کا خاتمہ کریں گے۔اور یہودیوں کے ساتھ وہ عیسائی جو''صہیونی عیسائی''بن کر یہودیوں کے مددگار تھے،ان کا بھی خاتمہ ہوجائے گا اور بقیہ رحمدل وہمدرد عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لے آئیں گے۔

یہودی جس شخصیت کا انتظار کررہے ہیں وہ حضرت داوٗد علیہ السلام کی اولاد سے ''القائم المنتظر'' ہے اور یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اس کی بدولت تمام دنیا پر حکومت

جاری ہے--------

shared by: www.alkalam.pk

اکابر کے سائے تلے

کریں گے۔''مسیّا'' (یعنی المسیح الدجال مسیح الشر والضلالۃ) کی آمد پر عالمی یہودی ریاست قائم ہوجائے گی۔تمام غیر یہودی، یہودیوں کی اطاعت قبول کرلیں گے اور یہودی ان میں سے صرف اتنے افراد کو زندہ چھوڑیں گے جتنوں کی وہ اپنی خدمت کے لیے ضرورت محسوس کریں گے۔

آخری معرکہ:

ان تینوں امتوں کے نظریات میں یہ بات بھی قدرِ مشترک ہے کہ ''مسیحا'' کے ذریعے انسانیت کو نجات ملنے سے پہلے کرۂ ارض پر ایک زبردست اور تباہ کن جنگ برپا ہوگی۔اس معرکۂ عظیم میں جسے ''ام المعارک'' یعنی جنگوں کی ماں کہا جاتا ہے، میں کم از کم دو تہائی انسانی آبادی ملیامیٹ ہوجائے گی۔زندہ بچ جانے والے ایک تہائی لوگ اس دنیا پر بلاشرکت غیرے حکومت کرے گی۔اب وہ ایک تہائی قوم کون ہوگی؟ اور دنیا پر کس نظریے کے تحت حکمرانی کرے گی؟ اس کا فیصلہ ہونا باقی ہے اور یہ فیصلہ فلسطین کے قریب ''ہرمجدون'' کی وادی میں ہوگا جسے اہلِ مغرب ''آرمیگاڈون'' کہتے ہیں۔عیسائی اور یہودی دونوں اس فیصلہ کن معرکے کی زبردست تیاری کررہے ہیں......صحیح یہ ہے کہ کرچکے ہیں......اور صرف ایک قیامت خیز دھماکے کے منتظر ہیں جو (معاذ اللہ) ''گنبدِ صخرہ'' کے انہدام پر ہوگا کیونکہ ان کے (فرسودہ نظریات اور من گھڑت مذہبی داستانوں کے مطابق) ہیکل کی مسمار شدہ عمارت ''گنبدِ صخرہ'' کے نیچے ہے۔جب گنبد کی بنیادیں اکھڑ کر ہیکل کے آثار برآمد ہوں گے تو ''مسیّا'' نکل آئے گا اور اس کی آمد پر وہ قتلِ عظیم برپا ہوگا جس کے بعد غیر یہودی وعیسائی انسانیت (خصوصاً اہلِ اسلام) کا خاتمہ ہوجائے گا اور اہلِ مغرب (یہودی یا عیسائی) بلاشرکت غیرے اس کرۂ ارض کے حکمران ہوں گے۔

واحد راہِ نجات:

اس اعتبار سے آج کی دنیا تیسری جنگ عظیم کے دہانے پر کھڑی ہے۔وہ وقت دور نہیں جب مغرب ومشرق اس جنگ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔فرق اتنا ہے کہ اہلِ مغرب نے اس کی تیاری کررکھی ہے۔وہ لوگ خود کو مادیت پسند کہلواتے ہیں اور غیبی حقائق وپیش گوئیوں کے قائل نہیں سمجھے جاتے......لیکن انہوں نے درپردہ خود کو تورات وانجیل اور تالمود کی تحریف شدہ پیش گوئیوں کے مطابق خود کو تیار کرلیا ہے......جبکہ اہلِ مشرق آتش فشاں کے دہانے پر کھڑے ہوکر بھی اس ہولناک انفجار سے بے خبر ہیں جس کی ان کے نبی پاک الصادق المصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور ان کی دی گئی اطلاعات حرف بہ حرف پورا ہوتے ہوئے مکمل ہونے کے قریب پہنچ چکی ہیں۔یہ کتاب اہلِ اسلام کی خدمت میں دہائی ہے، فریاد ہے، منت وزاری اور عاجزانہ التجا ہے۔مغرب سے اُٹھنے والا طوفان عنقریب ہم پر چڑھ دوڑنے والا ہے۔ہمیں اپنے نجات دہندہ قائدین حضرت مہدی وحضرت مسیح علیہما السلام کی معیت میں ایمانِ راسخ وعملِ صالح اپناتے ہوئے جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہوجانا چاہیے۔یہی واحد، پہلی اور آخری متعین راہِ نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور قیامت سے پہلے جو قیامت ہماری منتظر ہیں، ان سے سرخروئی کے ساتھ گذرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین